51254
10/22

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۳۷/۲۴۷۶

باسمہ تعالیٰ

کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ!-

(1) مکہ مکرمہ میں ایک مشہور عالم دین مولانا مکی حجازی صاحب سے کسی
کسی نے مسئلہ پوچھا کہ آیا صدقۂ فطر رمضان میں ادا کرنے سے ادا ہو جائے
گا، جس پر مولانا موصوف نے فرمایا کہ یوم الفطر سے ایک، دو دن
پہلے ادا کرنے سے تو ادا ہو جائے گا، لیکن اگر اس سے زیادہ تعجیل کی تو وہ
عام نفلی صدقہ شمار ہوگا، صدقۂ فطر نہ ہوگا۔

مولانا موصوف چونکہ کافی شہرت رکھتے ہیں اور بڑی تعداد میں لوگ
اُن کو سنتے اور دیکھتے ہیں، اس لیے بہت سے لوگ اس مذکورہ بات کو
سن کر تشویش کا شکار ہو گئے ہیں، کیونکہ اب تک تو یہی سنا تھا کہ صدقۂ
فطر رمضان میں ادا کرنے سے بھی ادا ہو جاتا ہے، اگرچہ شروع رمضان ہی میں
کیوں نہ ہو۔ لہٰذا آپ سے التماس ہے کہ اس حوالے سے رہنمائی فرمائیں
کہ: آیا اس مسئلہ میں فقہاء کرام رحمہم اللہ کا فرمانا کیا ہے؟ کیا اس مسئلہ
میں کسی قسم کا اختلافِ رائے اُن حضرات میں پایا جاتا ہے؟ مدلل و مفصل
جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

(2) اگر کسی نے رمضان کے شروع میں یا درمیان میں صدقۂ فطر کی
رقم ادا کر دی، اور ادائیگی کے دن کی قیمت کے اعتبار سے ادا کی، لیکن بعد میں
اس جنس کی قیمت بڑھ گئی جس کی قیمت کے حساب سے ادائیگی کی تھی تو
اس کو مزید رقم بھی بطور صدقۂ فطر ادا کرنی پڑے گی؟

(3) مختلف اجناس سے صدقۂ فطر ادا کرنا جائز ہے؟ مثلاً
کھجور، کشمش، گندم وغیرہ؟ نیز کیا چاول کے ذریعے بھی صدقۂ فطر
ادا کیا جا سکتا ہے؟

Scanned with CamScanner
Scanned with CamScanner

(1)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون ملہم الصواب

(۱) حضرات فقہاء کرام اور ائمہ عظام رحمہم اللہ میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ صدقۂ فطر آدمی پر کس وقت واجب ہوتا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری تاریخ کو جب سورج غروب ہو کر عید والی رات داخل ہوتی ہے تو صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے، حضرت امام شافعیؒ سمیت کئی فقہاء کرامؒ کا یہی مذہب ہے اور حضرتِ امام مالکؒ کی بھی ایک روایت یہی ہے۔ جبکہ دوسری رائے اس بارے میں یہ ہے کہ صدقۂ فطر شوال کی پہلی تاریخ کو جب صبح صادق کا وقت داخل ہوتا ہے اس وقت صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے یعنی عید کے دن فجر کا وقت داخل ہونے پر یہ صدقہ واجب ہوتا ہے، اس سے پہلے واجب نہیں ہوتا۔ یہی حضراتِ احنافؒ کا مفتیٰ بہ مذہب ہے اور حضرتِ امام مالکؒ کی دوسری روایت بھی یہی ہے، البتہ صدقۃ الفطر کی ادائیگی کے بارے میں احناف کا مفتیٰ بہ مذہب یہ ہے کہ اگرچہ صدقۂ فطر ادا کرنے کا مستحب وقت عید الفطر کی صبح صادق کے بعد نمازِ عید سے پہلے پہلے ہے لیکن سببِ وجوب کے بعد جس طرح زکوٰۃ میں تعجیل اور زکوٰۃ کی پیشگی ادائیگی جائز ہے، اسی طرح سبب وجوب موجود ہونے کی صورت میں صدقۂ فطر کی بھی پیشگی ادائیگی جائز ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا پیشگی ادائیگی کے لئے شرعاً کسی مدت کی تحدید ہے؟ یا مطلقاً اسکا جواز ہے؟ خواہ کوئی شخص سال دو سال کا صدقۂ فطر پیشگی ادا کرنا چاہے یا اس سے بھی زیادہ کئی سالوں کا صدقۂ فطر پیشگی ادا کرنا چاہے تو کیا یہ بھی جائز ہے اور شرعاً اسکی بھی اجازت ہے؟ یا اس پیشگی ادائیگی کے لئے کوئی مدت متعین و مقرر ہے؟ تو اس بارے میں دونوں اقوال موجود ہیں، اور فقہاء کرامؒ کی طرف سے دونوں اقوال کی تصحیح بھی موجود ہیں۔ چنانچہ فقہاء احنافؒ کی ایک بڑی جماعت اور جم غفیر فقہاء احنافؒ زکوٰۃ کی پیشگی ادائیگی پر قیاس کرتے ہوئے عدم تحدید ہی کے قائل ہیں اور انکے نزدیک سببِ وجوب کے بعد جس طرح کئی سالوں کی پیشگی زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے، اس میں کوئی تحدید نہیں ہے اسی طرح صدقۃ الفطر بھی کئی سالوں کی پیشگی ادا کرنا جائز ہے، یہی ایک روایت حضرت حسنؒ، حضرتِ امام ابو حنیفہؒ سے نقل فرماتے ہیں، صاحبِ ہدایہ علامہ برہان الدین المرغینانیؒ اسی اطلاق کے قائل ہیں، بزازیہ میں اسی قول کو صحیح قرار دیا گیا، کافی، تبیین، شرنبلالیہ اور ھدایہ کی بہت سی شروحات میں اسی بات کی تائید موجود ہے، بہت سی شروح اور متون میں بھی اسی طرح لکھا گیا، خاتمۃ المحققین علامہ شامی رحمہ لکھتے ہیں کہ اس قول کے مرجحات بہت موجود ہیں اس لئے اس قول سے عدول نہیں کرنا چاہیئے وغیرہ۔ پھر جو حضرات تحدید کے قائل ہیں، ان میں سے بعض حضرات فرماتے ہیں عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے اگر کوئی ادا کردے تو جائز ہے، اسکا صدقۂ فطر ادا ہو جائیگا، اس سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں ہے یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اصل تو یہی ہے کہ عید کے دن صبح صادق کے بعد ادا کیا جائے لیکن چونکہ ایک دو دن پہلے ادا کرنے کی صورت میں بھی صدقۃ الفطر کا مقصد فوت نہیں ہوتا ہے اور اسکی تائید حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے بھی ہو رہی ہے اس لئے اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ایک دو دن پہلے بھی اسکی ادائیگی جائز نہ ہو لیکن صحابہ کرام کے عمل کی وجہ سے خلافِ قیاس ایک یا دو دن

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

پہلے ادا کر دینا بھی جائز ہے(والأولى الاستدلال بحديث البخاري وكانوا يعطون قبل الفطر بيوم أو يومين قال في الفتح وهذا مما لا يخفى على النبي – صلى الله عليه وسلم – بل لا بد من كونه بإذن سابق فإن الإسقاط قبل الوجوب مما لا يعقل فلم يكونوا يقدمون عليه إلا بسمع)۔ احناف میں سے حضرتِ امام کرخیؒ نے اپنی کتاب مختصر کرخی میں اسی قول کو اختیار فرمایا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ نصف رمضان گزرنے کے بعد ادا کرے تو جائز ہے اس سے پہلے جائز نہیں، بعض فرماتے ہیں کہ آخری عشرہ میں ادا کرے تو جائز ہے، اس سے پہلے جائز نہیں۔ جبکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اسکی پیشگی ادائیگی درست ہونے کے لئے دخولِ شہر رمضان شرط ہے۔ چنانچہ انکے نزدیک رمضان شروع ہونے کے بعد عید الفطر سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دینا جائز ہے خواہ ایک دو دن پہلے ادا کرے یا دخولِ رمضان کے بعد مہینہ کی ابتداء ہی میں ادا کر دے سب جائز ہیں، لیکن رمضان شروع ہونے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرنا درست نہیں، اس سے صدقۃ الفطر ادا نہیں ہوگا؛ کیونکہ صدقۃ الفطر در حقیقت "فطر" کا صدقہ ہے اور "فطر" کا تصور روزہ شروع ہونے سے پہلے نہیں ہو سکتا، ہاں روزہ شروع ہونے کے بعد ہو سکتا ہے یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ صدقۃ الفطر میں صوم وفطر دونوں کا عمل دخل ہے؛ کیونکہ صوم کے بغیر فطر متصور نہیں ہے، بظاہر اسی بنیاد پر حضرت امام شافعیؒ صوم وفطر دونوں کو اسباب صدقۂ فطر قرار دیتے ہیں۔(قال في المغني:"وقال الشافعي:يجوزمن أول شهررمضان؛لأن سبب الصدقة الصوم والفطر عنه، فإذا وجد أحد السببين، جاز تعجيلها، كزكاة المال بعد ملك النصاب.")

محققین احناف اور ہمارے اکابر گرامی کا فتویٰ اسی آخری قول کے مطابق ہے کہ رمضان شروع ہونے کے بعد عید الفطر سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دینا جائز ہے، یہی حضراتِ شوافع کا بھی مذہبِ مختار ہے اور بعید نہیں کہ ان حضرات نے صحاح ستہ وغیرہ کتبِ حدیث میں مروی درجِ ذیل احادیث سے استیناس فرمایا ہو۔(«أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ المُسْلِمِينَ»)(فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ –صلى الله عليه وسلم– زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ.)-(أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ «يَبْعَثُ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ إِلَى الَّذِي تُجْمَعُ عِنْدَهُ قَبْلَ الْفِطْرِ، بِيَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ»)

خاتمۃ المتأخرین، صاحبُ البحر الرائق علامہ ابن نجیمؒ نے اپنی کتاب "البحر الرائق" میں مذکورہ بالا اختلافی اقوال میں حضرات فقہاء کرامؒ کی طرف سے اختلافِ تصحیح کو نقل کرنے کے بعد جو کلام فرمایا، اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ فتویٰ اسی قول پر ہونا چاہیئے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ حضرت خلف بن ایوبؒ فرماتے ہیں کہ دخولِ رمضان کے بعد صدقۂ فطر کی پیشگی ادائیگی جائز ہے، اسی طرح حضرت امام محمد بن فضلؒ نے بھی بیان فرمایا، اور یہی صحیح ہے۔ اسکے بعد مزید صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ فتاویٰ ظہیریہ میں اسی قول کی تصحیح بیان کی گئی اور اسی قول کو الشیخ الامام ابو بکر محمد بن فضل نے اختیار فرمایا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے؛ لہٰذا اسی پر عمل ہونا چاہیئے۔ لہٰذا سوال میں بیان کردہ موقف کہ عید الفطر سے ایک دو دن پہلے سے اگر زیادہ تعجیل کی تو وہ صدقۂ فطر نہ ہوگا بلکہ عام نفلی صدقہ ہوگا شرعاً درست نہیں ہے۔

دار الافتاء

Scanned with CamScanner

بہشتی زیور میں ہے:

"عید کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے اس وقت یہ صدقہ واجب ہو جاتا ہے تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اس کے مال میں سے نہ دیا جاوے گا۔ بہتر یہ ہے کہ جس وقت مرد لوگ نماز کے لئے عید گاہ میں جاتے ہیں اس سے پہلے ہی صدقہ دیدے۔ اگر پہلے نہ دیا تو خیر بعد ہی سہی۔ کسی نے صدقہ فطر عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں دیدیا تب بھی ادا ہو گیا۔ اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔"

في سنن الترمذي:" باب ما جاء في صدقة الفطر": (3/ 52 ت شاكر)

عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَضَ زَكَاةَ الفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنَ المُسْلِمِينَ»: «حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ» وَرَوَى مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ أَيُّوبَ، وَزَادَ فِيهِ «مِنَ المُسْلِمِينَ»((أخرجه البخاري ومسلم في صحيحهما ومالك في المؤطا: وأصحاب السنن أيضاً في كتبهم))

سنن أبى داود :(2/ 25)

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلاَةِ فَهِىَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلاَةِ فَهِىَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ.)- »((رواه أيضاً ابن ماجة والحاكم وصححه))

موطأ مالك:(1/ 285)

عَنْ نَافِعٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ «يَبْعَثُ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ إِلَى الَّذِي تُجْمَعُ عِنْدَهُ قَبْلَ الْفِطْرِ، بِيَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ» وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ أَنَّهُ «رَأَى أَهْلَ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّونَ أَنْ يُخْرِجُوا زَكَاةَ الْفِطْرِ، إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ مِنْ يَوْمِ الْفِطْرِ، قَبْلَ أَنْ يَغْدُوا إِلَى الْمُصَلَّى» قَالَ مَالِكٌ: «وَذَلِكَ وَاسِعٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ الْغُدُوِّ مِنْ يَوْمِ الْفِطْرِ وَبَعْدَهُ»

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: (2/ 74)

"وأما وقت وجوب صدقة الفطر فقد اختلف فيه، قال أصحابنا: هو وقت طلوع الفجر الثاني من يوم الفطر، وقال الشافعي: هو وقت غروب الشمس من آخر يوم من رمضان حتى لو ملك عبدا، أو ولد له ولد، أو كان كافرا فأسلم، أو كان فقيرا فاستغنى إن كان ذلك قبل طلوع الشمس تجب عليه الفطرة، وإن كان بعده لا تجب عليه وكذا من مات قبل طلوع الفجر لم تجب فطرته وإن مات بعده وجبت، وعند الشافعي إن كان ذلك قبل غروب الشمس تجب عليه وإن كان بعده لا تجب وكذا إن مات قبله لم تجب وإن مات بعده وجبت.وجه قوله إن سبب وجوب هذه الصدقة هو الفطر؛ لأنها تضاف إليه، والإضافة تدل على السببية كإضافة الصلوات إلى، أوقاتها وإضافة الصوم إلى الشهر ونحو ذلك، وكما غربت الشمس من آخر يوم من رمضان جاء وقت الفطر فوجبت الصدقة، ولنا ما روي عن النبي – صلى الله عليه وسلم – أنه قال: «صومكم يوم تصومون

دار الافتاء

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

وفطركم يوم تفطرون» .أي وقت فطركم يوم تفطرون خص وقت الفطر بيوم الفطر حيث أضافه إلى اليوم، والإضافة للاختصاص فيقتضي اختصاص الوقت بالفطر يظهر باليوم وإلا فالليالي كلها في حق الفطر سواء فلا يظهر الاختصاص وبه تبين أن المراد من قوله صدقة الفطر أي صدقة يوم الفطر فكانت الصدقة مضافة إلى يوم الفطر فكان سببا لوجوبها.

ولو عجل الصدقة على يوم الفطر لم يذكر في ظاهر الرواية وروى الحسن عن أبي حنيفة أنه يجوز التعجيل سنة وسنتين وعن خلف بن أيوب أنه يجوز تعجيلها إذا دخل رمضان ولا يجوز قبله، وذكر الكرخي في مختصره أنه يجوز التعجيل بيوم، أو يومين.وقال الحسن بن زياد: لا يجوز تعجيلها أصلا.وجه قوله إن وقت وجوب هذا الحق هو يوم الفطر فكان التعجيل أداء الواجب قبل وجوبه وإنه ممتنع كتعجيل الأضحية قبل يوم النحر.وجه قول خلف هذه فطرة عن الصوم فلا يجوز تقديمها على وقت الصوم، وما ذكره الكرخي من اليوم، أو اليومين فقد قيل إنه ما أراد به الشرط فإن أراد به الشرط فوجهه أن وجوبها لإغناء الفقير في يوم الفطر وهذا المقصود يحصل بالتعجيل بيوم، أو يومين؛ لأن الظاهر أن المتعجل يبقى إلى يوم الفطر فيحصل الإغناء يوم الفطر وما زاد على ذلك لا يبقى فلا يحصل المقصود، والصحيح أنه يجوز التعجيل مطلقا وذكر السنة، والسنتين، في رواية الحسن ليس على التقدير بل هو بيان لاستكثار المدة أي يجوز وإن كثرت المدة كما في قوله تعالى {إن تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم} [التوبة: ٨٠] ووجهه أن الوجوب إن لم يثبت فقد وجد سبب الوجوب وهو رأس يمونه ويلي عليه، والتعجيل بعد وجود السبب جائز كتعجيل الزكاة، والعشور وكفارة القتل والله أعلم

الهداية شرح البداية: (1/ 299)

(والمستحب أن يخرج الناس يوم الفطر قبل الخروج إلى المصلى) «لأنه - عليه الصلاة والسلام - كان يخرج قبل أن يخرج للمصلى» ، ولأن الأمر بالإغناء كي لا يتشاغل الفقير بالمسألة عن الصلاة، وذلك بالتقديم (فإن قدموها على يوم الفطر جاز) لأنه أدى بعد تقرر السبب فأشبه التعجيل في الزكاة، ولا تفصيل بين مدة ومدة هو الصحيح وقيل يجوز تعجيلها في النصف الأخير من رمضان وقيل في العشر الأخير (وإن أخروها عن يوم الفطر لم تسقط وكان عليهم إخراجها)

حاشية ابن عابدين :(2/ 367)

(قوله: بطلوع الفجر) أي الفجر الثاني، وعند الشافعي بغروب الشمس من آخر يوم من رمضان بدائع (قوله: متعلق بيجب) أي المذكور أول الباب (قوله: لا تجب عليه) ؛ لأنه وقت الوجوب ليس بأهل نهر، وكذا لو افتقر قبله أو أيسر بعده كما في الهندية (قوله عملا بأمره وفعله - عليه الصلاة والسلام -) رواه الحاكم من حديث ابن عمر كما بسطه في الفتح.(قوله: أو أخره) قدمنا الكلام عليه أول الباب (قوله: اعتبارا بالزكاة) أي قياسا عليها. واعترضه في الفتح بأن حكم الأصل على خلاف القياس فلا يقاس عليه؛ لأن التقديم، وإن كان بعد السبب هو قبل الوجوب وأجاب في البحر بأنها كالزكاة بمعنى أنه لا فارق لا أنه قياس اهـ وفيه نظر والأولى الاستدلال بحديث البخاري وكانوا يعطون قبل الفطر بيوم أو يومين قال في الفتح وهذا مما لا يخفى على النبي - صلى الله عليه

دار الإفتاء

Scanned with CamScanner

وسلم – بل لا بد من كونه بإذن سابق فإن الإسقاط قبل الوجوب مما لا يعقل فلم يكونوا يقدمون عليه إلا بسمع اهـ (قوله: فكان هو المذهب) نقل في البحر اختلاف التصحيح ثم قال لكن تأيد التقييد بدخول الشهر بأن الفتوى عليه فليكن العمل عليه وخالفه في النهر بقوله واتباع الهداية أولى. قال في الشرنبلالية قلت: ويعضده أن العمل بما عليه الشروح والمتون، وقد ذكر مثل تصحيح الهداية في الكافي والتبيين وشروح الهداية. وفي البرهان وابن كمال باشا وفي البزازية الصحيح جواز التعجيل لسنين رواه الحسن عن الإمام اهـ وكذا في المحيط. اهـ.

قلت: وحيث كان في المسألة قولان مصححان تخير المفتي بالعمل بأيهما إلا إذا كان لأحدهما مرجح ككونه ظاهر الرواية أو مشى عليه أصحاب المتون والشروح أو أكثر المشايخ كما بسطناه أول الكتاب وقد اجتمعت هذه المرجحات هنا للقول بإطلاق فلا يعدل عنه فافهم.

وفى البحر الرائق 2/ 274

ولم يتعرض في الكتاب لوقت الاستحباب وصرح به في كافيه فقال ويستحب أن يخرج الناس الفطرة قبل الخروج إلى المصلي يعني بعد طلوع الفجر من يوم العيد لحديث الحاكم كان يأمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نخرج صدقة الفطر قبل الصلاة وكان يقسمها قبل أن ينصرف إلى المصلي ويقول أغنوهم عن الطواف في هذا اليوم قوله (وصح لو قدم أو أخر) أي صح أداؤها إذا قدمه على يوم الفطر أو أخره (الى قوله) وأطلق في التقديم فشمل ما إذا دخل رمضان وقبله وصححه المصنف في الكافي وفي الهداية والتبيين وشروح الهداية وفي فتاوي قاضيخان وقال خلف بن أيوب يجوز التعجيل إذا دخل رمضان وهكذا ذكره الإمام محمد بن الفضل وهو الصحيح و في فتاوي الظهيرية والصحيح أنه يجوز تعجيلها إذا دخل شهر رمضان وهو اختيار الشيخ الإمام أبي بكر محمد بن الفضل وعليه الفتوى ا هـ فقد اختلف التصحيح كما ترى لكن تأيد التقييد بدخول رمضان بأن الفتوى عليه فليكن العمل عليه. وسبب هذا الاختلاف أن مسألة التعجيل على يوم الفطر لم تذكر في ظاهر الرواية كما صرح به في البدائع لكن صحح هو أنه يجوز التعجيل مطلقا كما في الهداية وأما التأخير فلأنها قربة مالية فلا تسقط بعد الوجوب إلا بالأداء كالزكاة حتى لو مات ولده الصغير أو مملوكه يوم الفطر لا يسقط عنه أو افتقر بعد ذلك فكذلك وفي أي وقت أدى كان مؤديا لا قاضيا كما في سائر الواجبات الموسعة كذا في البدائعَ.-

المبسوط للسرخسي» (3/ 110)

"(قال): واذا لم يخرج الرجل صدقة الفطر فعليه إخراجها، وإن طالت المدة إلا على قول الحسن بن زياد فإنه يقول: تسقط بمضي يوم الفطر؛ لأنها قربة اختصت بأحد يومي العيد فكانت قياس الأضحية تسقط بمضي أيام النحر.(ولنا) أن هذه صدقة مالية فلا تسقط بعد الوجوب إلا بالأداء كزكاة المال، ولا نقول: الأضحية تسقط بل ينتقل الواجب إلى التصدق بالقيمة؛ لأن إراقة الدم لا تكون قربة إلا في وقت مخصوص أو مكان مخصوص فأما التصدق بالمال قربة في كل وقت.ولم يذكر في الكتاب جواز التعجيل في صدقة الفطر إلا في بعض النسخ فإنه قال: لو أدى قبل يوم الفطر بيوم أو بيومين جاز والصحيح من المذهب عندنا أن تعجيله جائز لسنة ولسنتين؛ لأن السبب

دار الإفتاء

Scanned with CamScanner

راحت علی	بدالرحمٰن اسامہ ہاشمی
عبداللطیف	
عبدالمعید	
رحیم الله	
محمد جلال	
مولوی	

متقرر، وهو الرأس فهو نظير تعجيل الزكاة بعد كمال النصاب وعلى قول الحسن بن زياد لا يجوز تعجيله أصلا كالأضحية، وكان خلف بن أيوب يقول: يجوز تعجيله بعد دخول شهر رمضان لا قبله؛ لأنه صدقة الفطر ولا فطر قبل الشروع في الصوم، وكان نوح بن أبي مريم يقول: يجوزتعجيله في النصف الأخير من رمضان، ومنهم من قال: في العشر الأواخر منه"

درر الحكام شرح غرر الأحكام» (1/ 195)

"(قوله ولا فرق بين مدة ومدة)قال في الهداية هو الصحيح وهو احتراز عن قول الحسن بن زياد وخلف بن أيوب ونوح بن أبي مريم، فإن الحسن يقول: لا يجوز تعجيلها أصلا كالأضحية وقال خلف يجوز تعجيلها بعد دخول رمضان لا قبله وقال نوح يجوز تعجيلها في النصف الأخير من رمضان وعلى الصحيح قال في الخلاصة لو أدى عن عشر سنين أو أكثر جاز كما في العناية ونقل الشيخ زين في بحره تصحيح قول خلف عن فتاوى قاضي خان وعن الظهيرية بأن عليه الفتوى ثم قال فقد اختلف التصحيح ترى لكن تأيد التقييد بدخول شهر رمضان بأن الفتوى عليه فليكن العمل عليه. اهـ.وخالفه أخوه الشيخ عمر فقال في النهر بعد نقل ما تقدم واتباع الهداية أولى. اهـ. قلت ويعضده أن العمل بما عليه الشروح والمتون وقد ذكر مثل تصحيح الهداية في الكافي والتبيين وشروح الهداية وفي البرهان وابن كمال باشا.وفي الفتاوى البزازية قال الصحيح جواز تعجيل الفطرة لسنين كما يجوز لسنة رواه الحسن عن الإمام. اهـ. وكذا ذكر في المحيط فقال ويجوز تعجيل صدقة فطرة لسنة أو سنين؛ لأن سبب الوجوب رأس يمونه ويلي عليه والوقت شرط وجوب الأداء والتعجيل بعد سبب الوجوب جائز كما في الزكاة اهـ.(قوله أو أخر عن وقته ولم تسقط) أقول هو الصحيح ولو افتقر وعن الحسن إنها تسقط بمضي يوم الفطر كما في البرهان"

الاستذكار: (3/ 271)

"ذكر فيه مالك عن نافع أن عبد الله بن عمر كان يبعث بزكاة الفطر إلى الذي تجمع عنده قبل الفطر بيومين أو ثلاثة وذكر أنه رأى أهل العلم يستحبون أن يخرجوا زكاة الفطر إذا طلع الفجر من يوم الفطر قبل أن يغدوا إلى المصلى قال مالك وذلك واسع إن شاء الله أن تؤدى قبل الغدو من يوم الفطر وبعده قال أبو عمر في هذا من فعل بن عمر دليل على جواز تعجيل ما تجب لوقت من الزكوات وقد تقدم الوقت الذي تجب فيه صدقة الفطر وما للعلماء في ذلك وإن كان تقديمها باليوم واليومين جائز عندهم ومالك وغيره يجيزون ما كان بن عمر يفعله من ذلك إلا أن مالكا يستحب ما استحبه أهل العلم في وقته من إخراج زكاة الفطر صبيحة يوم الفطر في الفجر أو ما قاربه وفي قول مالك ما يدل على أن أداء زكاة الفطر بعد وجوبها أو في حين وجوبها أفضل وأحب إليه وإلى أهل العلم ببلده في وقته وقد روي عن النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك خبر حسن من أخبار الآحاد العدول"

المغني لابن قدامة: – ط مكتبة القاهرة. [مسألة تقديم الفطرة قبل العيد بيومين] (3/ 90)

دار الافتاء

Scanned with CamScanner

مسألة: قال وإن قدمها قبل ذلك بيوم أو يومين، أجزاه.وجملته أنه يجوز تقديم الفطرة قبل العيد بيومين، لا يجوز أكثر من ذلك. وقال ابن عمر: كانوا يعطونها قبل الفطر بيوم أو يومين وقال بعض أصحابنا: يجوز تعجيلها من بعد نصف الشهر، كما يجوز تعجيل أذان الفجر والدفع من مزدلفة بعد نصف الليل.وقال أبو حنيفة: ويجوز تعجيلها من أول الحول؛ لأنها زكاة فاشبهت زكاة المال. وقال الشافعي: يجوز من أول شهر رمضان؛ لأن سبب الصدقة الصوم والفطر عنه، فإذا وجد أحد السببين، جاز تعجيلها، كزكاة المال بعد ملك النصاب. ولنا، ما روى الجوزجاني: حدثنا يزيد بن هارون. قال: أخبرنا أبو معشر، عن نافع، عن ابن عمر، قال كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يأمر به، فيقسم - قال يزيد أظن: هذا يوم الفطر - ويقول أغنوهم عن الطواف في هذا اليوم ". والأمر للوجوب، ومتى قدمها بالزمان الكثير لم يحصل إغناؤهم بها يوم العيد، وسبب وجوبها الفطر؛ بدليل إضافتها إليه، وزكاة المال سببها ملك النصاب، والمقصود إغناء الفقير بها في الحول كله فجاز إخراجها في جميعه، وهذه المقصود منها الإغناء في وقت مخصوص فلم يجز تقديمها قبل الوقت. فأما تقديمها بيوم أو يومين فجائز؛ لما روى البخاري، بإسناده عن ابن عمر، قال: «فرض رسول الله - صلى الله عليه وسلم - صدقة الفطر من رمضان. وقال في آخره: وكانوا يعطون قبل الفطر بيوم أو يومين»وهذا إشارة إلى جميعهم، فيكون إجماعا، ولأن تعجيلها بهذا القدر لا يخل بالمقصود منها، فإن الظاهر أنها تبقى أو بعضها إلى يوم العيد، فيستغنى بها عن الطواف والطلب فيه، ولأنها زكاة، فجاز تعجيلها قبل وجوبها، كزكاة المال والله أعلم

(۲) جی ہاں! صورتِ مسئولہ میں اسے مزید اس قدر زائد رقم ادا کرنی ہوگی جس قدر رقم اپنی پیشگی اداشدہ رقم کے ساتھ ملانے سے عید الفطر کے دن اس جنس کی جو قیمت ہے اس کے حساب سے اسکا صدقۃ الفطر ادا ہو جائے مثلاً اس نے بیس رمضان المبارک کو اس دن کی قیمت کے حساب سے پونے دو کلو گندم کی قیمت ڈھائی سو روپے ادا کیا تھا، اور اب شوال کی پہلی تاریخ کو پونے دو کلو گندم کی قیمت تین سو روپے ہو گئی تو وہ مزید پچاس روپے ادا کرے گا؛ کیونکہ اس نے صدقۃ الفطر کی ادائیگی واجب ہونے سے پہلے ہی بطورِ پیشگی یہ رقم ادا کی ہے، یہ اسی طرح ہے کہ اگر کوئی شخص حولانِ حول سے پہلے پیشگی اپنی زکوٰۃ کے لئے رقم ادا کرے تو اسے حولان حول کے دن قابل زکوٰۃ مال کی جو قیمت ہوگی اسکے حساب سے اپنی پیشگی زکوٰۃ کو محسوب کرنا ہوگا۔ ہاں اگر کسی شخص نے صدقۃ الفطر میں گندم، جو یا کھجور، کشمش وغیرہ جنس کو صدقۃ الفطر کی مقدار کے مطابق پیشگی ادا کر دیا ہو یا زکوٰۃ میں سونے کی زکوٰۃ سونے سے چاندی کی زکوٰۃ چاندی سے ادا کیا ہو یعنی سونا چاندی کا چالسواں حصہ ادا کر دیا تھا تو اب قیمت بڑھنے سے کچھ فرق نہیں پڑیگا، بلکہ صدقہ وزکوٰۃ ادا ہو گئی گئے۔

(۳) صدقۃ الفطر جس طرح ہر اس جنس سے ادا کرنا جائز ہے جو منصوص ہے مثلاً گندم، جو، کھجور، کشمش، اسی طرح ان منصوص اشیاء کی قیمت یا انکی قیمت کے برابر مالیت رکھنے والی دوسری اشیاء واجناس مثلاً چاول، چنے کپڑے وغیرہ سے بھی صدقۃ الفطر ادا کرنا جائز ہے۔ تاہم غیر منصوص اشیاء سے صدقۃ الفطر ادا کرنے میں یہ خیال رکھا جائے کہ اسمیں منصوص مقدار کو معیار بنانے کے بجائے انکی قیمت کا اعتبار ہوگا مثلاً اگر صدقۃ الفطر چاول کے ذریعہ ادا کیا جارہا ہو تو چاول سے صدقۃ الفطر ادا کرتے وقت نصف صاع یا پونے دو کلو چاول کا حساب نہیں ہوگا کیونکہ نصوص شرعیہ میں صدقۃ الفطر کے لئے چاول کی مقدار وارد نہیں ہوئی، لھٰذا چاول سے صدقۃ الفطر ادا کرنے کے لئے پہلے نصف صاع گندم کی قیمت معلوم کی جائے پھر اس قیمت میں جتنے چاول آتے ہوں اتنے چاول ادا کر دئے جائیں۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار (ص: 140)

(أو صاع تمر أو شعير) ولو رديئا، وما لم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة (وهو) أي الصاع المعتبر (ما يسع ألفا وأربعين درهما من ماش أو عدس)إنما قدر بهما لتساويهما كيلا ووزنا(ودفع القيمة) أي الدراهم (أفضل من دفع العين على المذهب) المفتى به.....................

واللہ اعلم بالصواب

احقر شاہ محمد تفضل علی

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۲۶/رمضان المبارک/۱۴۴۴ قمری

۱۷/اپریل/۲۰۲۳ شمسی

الجواب صحیح

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۲۶/رمضان المبارک/۱۴۴۴ قمری

۱۷/اپریل/۲۰۲۳ شمسی

الجواب صحیح

الجواب صحیح

عبد المنان عفی عنہ

۲۶/۹/۱۴۴۴ھ

الجواب صحیح

محمد عبد اللہ عفی عنہ

۲۷-۹-۱۴۴۴ھ

دار الافتاء

فتویٰ نمبر ۳۷/۲۲۷

۲۶/۹/۱۴۴۴ھ

۱۸/۴/۲۰۲۳